شیخ محمد عابد سندھیؒ اور ان کی فقہی خدمات: تحقیقی مطالعہ

Sheikh Muhammad Abid Sindhi and his Contribution to Islamic Jurisprudence: A Research based Study

محمد طاہر عبد القیوم*

ڈاکٹر شازیہ رمضان**

ABSTRACT

Islamic law & Jurisprudence have great importance in religious education. It comprises full details of the rights of Almighty Allah and human rights (except beliefs and ethics). It discusses about human rights and obligations. Hence, it is the summary of The Quranic verses and Ahadith.

As the jurists of the world have served their schools of thoughts, likewise the jurists of sub-continent especially in Sindh have unprecedented services in jurisprudence. Among the great scholars of Hanafi school of thought, Sheikh Muhammad Abid (R.A) an eminent Sindhi scholar has valuable and everlasting services in jurisprudence.

He wrote a book named "Tavali ul Anwar"(طوالع الانوار) which is considered as master piece of Hanafi School of thought. Manuscrip of this book is available today with its 10 thousand large pages. If this book gets published today, it will consist of approximately 60 massive volumes.

The aim of this paper is to introduce the unparalleled services of this great Hanafi scholar of Sindh; Shaikh Muhammad Abid Sindhi. He not only proved himself as a distinguished jurist, but he was regarded as an authoritative reference by the scholars of the Hijaz, who used to refer him in solution of religious problems.

---

* ریسرچ اسکالر، یونیورسٹی آف جام شورو، سندھ، پاکستان۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف ایگریکلچر، فیصل آباد، پاکستان۔

نام ونسب

شیخ محمد عابد سندھیؒ (1190-1257ھ) کا نام اوراس کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

أبو عبد اللہ محمد عابد بن أحمد علی بن محمد مراد بن حافظ محمد یعقوب بن محمود بن حاجی عبد الرحمن بن عبد الرحیم بن محمد أنس بن عبد اللہ بن محمد جابر بن محمد خالد بن مالک بن أبی عوف بن حسان بن سالم بن أشعث بن ثعلبۃ بن جنید بن مقدم بن شرحبیل بن أشعث بن صامت بن سیدنا أبو أیوب الخزرجی الأنصاری المدنی السندھی[1]۔

اس طرح شیخ عابد سندھیؒ کا سلسلۂ نسب 21 واسطوں سے سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

شیخ صاحب کو سندھی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا اصل وطن سندھ تھا، جہاں ان کی پیدائش ہوئی تھی اور مدنی اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی آخری عمر میں مدینۂ منورہ میں ہی اپنی مستقل رہائش اختیار کی تھی، اور خزرجی و انصاری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب جلیل القدر صحابی سیدنا حضرت ابو ایوب (خالد بن زید بن کلیب) خزرجی أنصاری سے جاکر ملتا ہے[2]۔

ولادت

شیخ عابد سندھیؒ کی ولادت ایک دیندار اور علمی گھرانے اور برِ صغیر کے مشہور صوفی بزرگ حضرت شہباز قلندرؒ کے شہر سیہون میں 1190ھ میں ہوئی[3]۔

پرورش اور تحصیل علم

شیخ عابد سندھیؒ کا گھرانہ سندھ میں دینی اور علمی حوالے سے بہت مشہور تھا۔ ان کے والد شیخ احمد علیؒ (م1202ھ) بہت بڑے عالم تھے[4]، اور ان کے دادا شیخ محمد مراد انصاریؒ (م1198ھ) سندھ میں شیخ الإسلام کے لقب سے مشہور تھے اور سندھ کے بڑے مقرر اور خطیب تھے[5]۔ اور ان کے چچا شیخ محمد حسین انصاریؒ (م1211ھ) علمی لحاظ سے مرجع الخلائق تھے۔ ایسی ہی شخصیات کے سایۂ شفقت میں شیخ محمد عابد سندھیؒ نے پرورش پائی[6]۔

شیخ محمد عابدؒ خود اپنے دادا کے بارے میں لکھتے ہیں: العلامة، الفهامة، العالم الهمام، مفيد الطالبين وقدوة السالكين۔۔۔[7]۔(ایک بہت بڑے عالم، بڑے معاملہ فہم، بلند پایہ علمی شخصیت، طلبہ کو فائدہ پہنچانے والے، اور راہِ سلوک پر چلنے والوں (صوفیاء) کے امام تھے)۔

شیخ سندھیؒ نے ساری علمی، اخلاقی، دینی اور روحانی قدریں اپنے بزرگوں سے ورثے میں حاصل کی تھیں۔ بچپن میں ہی اپنے والد شیخ احمد علی، دادا شیخ الإسلام محمد مراد انصاری اور چچا محمد حسین اور پورے خاندان کے ساتھ سفر حجاز مقدس پر روانہ ہوئے، چونکہ ان کے دادا حجاز مقدس کی محبت سے سرشار تھے، اس لئے جب انہوں نے مکمل ہجرت کے ارادہ سے رخت سفر باندھا تو ان کے پوتے محمد عابدؒ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد انہوں نے جدہ میں مستقل رہائش اختیار کی، جہاں پر حجاز مقدس کے والی، محمد علی پاشا کے وزیر، ریحان نے ان کے علمی مقام کو دیکھتے ہوئے ان کے لئے ایک مسجد اور ایک بڑا رِباط (مہمان خانہ، مسافر خانہ) اور ایک گھر بنوایا، جہاں شیخ نے ایک عظیم کتب خانہ بنوایا۔ اس رباط کو شیخ الإسلام نے عوام کے لئے وقف کر دیا۔ شیخ محمد عابد سندھیؒ اپنے والد، چچا اور دادا سے بچپن ہی سے علم حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کے والد اور دادا کا یہیں جدہ میں انتقال ہوا، تو اس کے بعد اپنے چچا کے ساتھ یمن کا سفر اختیار کیا اور یہاں شیخؒ نے پورے تیس (30) سال کا طویل قیام فرمایا[8]۔

اساتذہ

شیخ سندھیؒ نے متعدد علماء سے اکتساب علم کو بلا لحاظِ عمر جاری رکھا۔ چنانچہ علامہ کتانیؒ ''فهرس الفهارس'' میں فرماتے ہیں: ''شیخ محمد عابد سندھیؒ نے عارف باللہ شیخ ابو العباس احمد بن ادریس سے 1233ھ میں یمن میں اکتساب علم کیا۔ اس وقت شیخؒ کی عمر 40 سال سے زائد تھی! اس پر علامہ کتانیؒ لکھتے ہیں: ''یہ ان کی وسعتِ علمی پر دال ہے اور ہم جیسوں کے لئے اس میں سبق ہے''[9]۔

یوں تو شیخ سندھی نے بہت سے علماء کرام سے استفادہ کیا لیکن ان میں سے چند قابل ذکر اساتذہ کرام یہ ہیں:

1۔ شیخ احمد علی بن محمد مراد انصاریؒ (آپ کے والد) (م1202ھ)۔

2۔ شیخ الإسلام محمد مراد انصاری سندھیؒ (آپ کے دادا) (م1198ھ)۔

3۔ شیخ محمد حسین بن محمد مراد انصاری سندھیؒ (آپ کے چچا) (م1203ھ)۔

4۔ شیخ ابو العباس احمد بن ادریس حسنیؒ (1172-1253ھ)۔

5۔ شیخ محمد زمان (دوم) بن محبوب الصمد بن محمد زمان (اول) سندھیؒ (م1247ھ)۔

6۔ شیخ حسین بن علی مغربیؒ (مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ) (م1228ھ)۔

7۔ شیخ صدیق بن علی مزجاجی زبیدی حنفیؒ (1150 - 1209ھ)۔

8۔ شیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین مزجاجی زبیدیؒ (1140 - 1213ھ)۔

9۔ شیخ عبدالملک بن عبدالمنعم قلعی مکیؒ (م1228ھ)۔

10۔ شیخ صالح بن محمد بن نوح بن عبداللہ بن عمر عمریؒ (1166 - 1218ھ)۔

11۔ شیخ محمد طاہر بن محمد سعید بن محمد سنبل مکی حنفیؒ (م1218ھ)

12۔ شیخ محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ شوکانی صنعانیؒ (م1250ھ)۔

13۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلیؒ (1165-1242ھ)[(10)]۔

تلامذہ

یمن میں قیام کے دوران شیخ محمد عابدؒ سندھی نے یمن کے بہت سے شہروں اور قصبوں میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ وہ مدینہ منورہ کے علماء کے رئیس اور مسجد نبوی کے اہم اساتذہ میں سے تھے۔ ان سے عوام اور طلباء کا جم غفیر استفادہ کیا کرتا تھا۔ وہ مسجد نبوی کے شیخ الحدیث تھے۔ صحاح ستہ محض چھ ماہ میں مکمل کرواتے تھے۔ شیخ سندھیؒ کو حدیث میں اپنی عالی سند پر بڑا ناز تھا چنانچہ اس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ سے کیا: "میری طرح بننے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ میرے اور بخاری کے درمیان صرف نو واسطے ہیں"۔ ان کے طلباء کی صحیح تعداد معلوم کرنا مشکل ہے۔ تاہم ان میں سے چند طلباء، جن کے تراجم تک رسائی ممکن ہو سکی، کا ذکر درج ذیل ہے:

1۔ شیخ ابراہیم بن محمد سعید مکی حنفیؒ (1204 - 1290ھ)۔

2۔ شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر مکیؒ۔ (مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ) (م1284ھ)۔

3۔ شیخ لطف اللہ بن احمد بن لطف اللہ بن احمد صنعانیؒ (م1243ھ)۔

4۔ شیخ ابو محمد علی ارتضی علی خان بن شیخ احمد مجتبی ہندیؒ (م1270ھ)۔

5۔ شیخ ابراہیم بن عبدالقادر ریاحیؒ (1180 - 1266ھ)۔

6۔ شیخ علامہ حسن حلوانی مدنیؒ۔

7۔ شیخ محمد برھان الحق بن محمد نور الحق انصاریؒ (م1286ھ)۔

8۔ شیخ عبد الرحمن وجیہ الدین بن شیخ محمد حسینؒ۔

9۔ شیخ علیم الدین بن رفیع الدین عمری قندہاریؒ (م1316ھ)۔

10۔ شیخ عبد الغنی بن ابو سعید مجددی دہلویؒ (1235 - 1296ھ)۔

11۔ شیخ عارف اللہ بن حکمۃ اللہ ترکی حنفیؒ (م1275ھ)۔

12۔ شیخ داؤد بن سلیمان بغدادی شافعیؒ (1231 - 1299ھ)۔ (جو ابن جرجیس کے نام سے مشہور تھے)

13۔ شیخ شہاب الدین احمد عارف اللہ بن حکمۃ اللہ (1200-1275ھ)۔

14۔ شیخ اشرف علی بن سلطان علی حسنی حیدر آبادیؒ۔

15۔ شیخ محمد حیدر بن ملا محمد مبین حیدر آبادیؒ (م1256ھ)[11]۔

فکری وسعت

شیخ محمد عابدؒ سندھی مذہبی جمود کے خلاف تھے۔ وہ دلیل کی اتباع کرتے تھے۔ فقہی اور اجتہادی مسائل میں دوسرے علماء و مجتہدین سے کہیں کہیں اختلاف بھی رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود وہ سب علماء اور مذاہب کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور دوسرے علماء سے اختلاف کرتے وقت احترام کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے[12]

تصانیف

آپ نے اسانید، طب، عقائد، فقہ اور مختلف شرعی علوم میں چونتیس (34) تصانیف چھوڑی ہیں۔ جن میں سے تیرہ (13) فقہ حنفی کے موضوع پر ہیں۔ ہمارا مقصد چونکہ شیخ کی فقہی خدمات پر تحقیق کرنا ہے اس لیے ہم صرف ان تیرہ (13) کتب ورسائل کا جائزہ لیں گے جو فقہ کے موضوع پر ہیں۔ ان کتب ورسائل کا پہلے اجمالاً پھر تفصیلاً ذکر درج ذیل ہے:

1- الأبحاث فی المسائل الثلاث ۔

2- تعیین / تغییر الراغب فی تجدید الوقف الخارب۔

3- الحظ الأوفر لمن أطاق الصوم فی السفر۔

4- رسالة فی البیع بالدراهم۔

5- طوالع الأنوار شرح الدر المختار۔

6- غنية الزكى فى مسئلة الوصى۔

7- القول الجميل فى إبانة الفرق بين تعليق الزوج (التزويج)وتعليق الوكيل (التوكيل)۔

8- شروط الإستنجاء۔

9- منال الرجاء فى شروط الإستنجاء۔

10- رسالة في إخراج زكاة الحب(بالقيمة)۔

11- إلزام عساكر الإسلام بالاقتصار على القلنسوة طاعةً للإمام۔

12- تحرير فى عدم جواز الجمع بين الصلاتين فى السفر إلا الجمع الصورى والعرفاتى والمزدلفى۔

13- رسالة فى حرمة المصيد بالبندقة الرصاصية۔

فقہی کتب ورسائل کا تفصیلی جائزہ

1-الأبحاث فی المسائل الثلاث(تین مسائل کے بارے میں تحقیق)

اس رسالہ کا ذکر ''"هدية العارفين" اور"تكملة كشف الظنون"میں شیخؒ کی تصانیف میں آیا ہے[13]۔

بڑی کوشش کے باوجود یہ رسالہ ہمیں نہیں مل سکا، صاحب مسند الحجاز نے بھی یہی لکھا ہے[14]، اور اسی طرح شیخ سائد بکداش نے بھی اس رسالے کی عدم دستیابی کی شکایت کی ہے[15]۔البتہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ عنوان سے فقہ کا رسالہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہماری نظر میں اسے قطعیت کے ساتھ فقہی رسالہ کہنا درست نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ عقائد کے بارے میں ہو، اس لیے کہ جس طرح فقہ کے تین مسائل پر تحقیق ہو سکتی ہے اسی طرح عقائد کے تین مسائل پر بھی تحقیق ہو سکتی ہے۔

2- تعيين / تغيير الراغب فى تجديد الوقف الخارب

یہ رسالہ شیخؒ کی طرف آئے ہوئے کسی فتوی کا جواب ہے، فتوی 3 لوحے یعنی 6 صفحات پر مشتمل ہے۔

رسالہ کی ابتداء اس طرح ہے: "الحمد لله تعالى حق حمده... أما بعد فقد ورد فى آخر ذى القعدة سنة 1236ھ سؤال ما حاصله: إن مدرسه خربت..."

اس رسالہ کا اختتام کچھ اس طرح سے ہے: "هذا ما ظهر لی فی الذهن القاصر والخاطر الفاتر والعلم الحق عند علام السرائر". صاحب مسند الحجاز ڈاکٹر عبد القیوم السندی حفظہ اللہ نے اس کا آخری لفظ "عند علام السرائر" کے بجائے "عند علام الغیوب" لکھا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے سامنے کوئی اور نسخہ بھی ہے[16]۔

کسی نے سن 1236ھ میں شیخؒ سے وقفِ خارب کے معاملے پر فتوی پوچھا تھا، جس کے جواب میں شیخؒ نے یہ رسالہ لکھا۔ فتوی کو شیخؒ نے ۴ سوالات میں تقسیم کیا ہے، اور پھر ہر سوال کا تفصیل سے جواب دیا ہے، مخطوط کے دو (۲) نسخے ہیں، ایک پر رسالہ کا عنوان: (تغییر - یا - تعیین الراغب) ہے[17]، اور دوسرے پر (تغیر الراغب)[18]۔ پہلے نسخے کا عکس ہمارے ہاں موجود ہے، لیکن دونوں نسخوں کے راقم کا کچھ پتا نہیں، دوسرا نسخہ مکتبۂ ملک عبد العزیز مدینہ منورہ میں نمبر (۸۲) پر مجموعۂ شیخ عبد القادر شلبیؒ میں موجود ہے، جس کو سن 1237ھ میں لکھا کیا گیا ہے، اور جیسے اوپر گذر چکا ہے کہ اس کا راقم بھی مجہول ہے۔ یہ رسالہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت سے عبد الرحمن نذر کی تحقیق سے 24 صفحات پر سن 2008ع میں چھپ چکا ہے۔ عبد الرحمن نذر نے اسی نسخہ پر اعتماد کیا ہے جس کا عکس ہمارے ہاں موجود ہے، لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ مخطوط کے شروع میں (بسم الله الرحمن الرحيم) نہیں لکھا، جب کہ یہ بات حقیقت کے بلکل برعکس ہے، کیوں کہ اسی نسخہ کا عکس جو ہمارے ہاں موجود ہے اس میں (بسم الله الرحمن الرحيم) واضح طور پر نقش ہے۔

شیخ عبد القیوم سندھی حفظہ اللہ نے "فهرس مخطوطات علماء الحرمين فی مکتبات الحرمین الشریفین" میں اس کا ذکر کیا ہے[19]۔

۳۔ الحظ الأوفر لمن أطاق الصوم فی السفر

یہ ۴ لوحے یعنی 8 صفحات پر مشتمل ایک فقہی رسالہ ہے، ہر صفحہ کی 25، 26 سطریں ہیں۔

اس کی ابتداء اس طرح ہے: "سبحانك اللهم وبحمدك يا من رفعت عنا الحرج... أما بعد: فقد خطرت فی البال فوائد أصولية و نكات حديثية و لطائف فقهية..."[20]۔

اور اس کا اختتام کچھ یوں ہے: "وهذا آخر ما أردنا ذكره في هذا الحديث"۔

امت میں یہ بحث شروع سے موجود ہے کہ سفر کے دوران رمضان شریف کے روزے رکھنے کا کیا حکم ہے، اس رسالہ میں شیخ محمد عابدؒ نے حدیث (ليس من البر الصيام في السفر: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں) پر محدثانہ اور فقیہانہ انداز سے تفصیلی بحث کی ہے۔

شیخ محمد عابد سندھیؒ نے اس رسالہ کے پہلے صفحے پر یوں تحریر کیا ہے: میں نے یہ رسالہ حدیث (ليس من البر الصيام في السفر) کے ابحاث پر تحریر کیا ہے، آج اتوار کی رات، پہلی جمادی الاول سن 1223ھ ہے[21]، اور اس کا نام میں نے "الحظ الأوفر لمن أطاق الصوم في السفر" رکھا ہے۔

یہ رسالہ مدینہ منورہ کے مکتبۂ محمودیہ میں (2640) کے نمبر کے تحت موجود ہے، اور مؤلفؒ کے اپنے ہاتھ سے لکھا گیا ہے (الحمد للہ اس مخطوط کا عکس راقم الحروف کے پاس موجود ہے)[22]۔ یہ رسالہ 2008ع میں دار البشائر الإسلامیۃ سے احسن احمد عبد الشکور کی تحقیق سے چھپ چکا ہے۔

۴۔ رسالة في البيع بالدراهم

یہ رسالہ مکتبہ ملک عبد العزیز مدینہ منورہ میں نمبر 6 میں مجموعہ شلبی کے تحت موجود ہے۔

لیکن راقم کے پاس اس رسالے کے عکس کا جو حصہ موجود ہے وہ شیخ سندھیؒ کے کچھ چھوٹے رسائل کے مجموعہ کے ضمن میں ہے، اور اس کے صرف ۲ صفحات یعنی صرف 1 یک لوحہ راقم کے ہاں ہے جو کہ ناقص معلوم ہوتا ہے۔ اس رسالہ کی ابتداء اس طرح ہے: "البادي المشتري أو البائع و يلزم أيضا بتعاطي سواء كان في نفائس السلع... اور آخر اس طرح ہے: "أو كل ذراع بدرهم فسد البيع في الكل عند أبي حنيفة وعندهما يجوز في الكل والدليل..."

اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسالہ کے درمیان میں سے کوئی حصہ ہے، یعنی اس کے پہلے اور بعد میں کچھ مواد ہے جو راقم کو اب تک نہیں مل سکا۔

شیخ سائد بکداش نے اس رسالہ کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا، البتہ مسند الحجاز میں ڈاکٹر عبد القیوم سندھی حفظہ اللہ نے اس کے ۱۲ صفحات ذکر کئے ہیں۔ لیکن انہوں نے بھی فرمایا ہے کہ: بہت جستجو کے باوجود مجھے مکمل نسخہ نہیں مل پایا کہ میں اس کی پوری وصف بیان کر سکوں[23]، راقم مکمل رسالہ کا عکس حاصل کرنے کی کوشش میں ہے، تاکہ کسی اور موقع پر اس کی وضاحت کی جاسکے۔

۵۔طوالع الأنوار شرح الدر المختار

یہ کتاب فقہِ حنفی کی شاہکار کتاب ہے،اور مصنفؒ کی سب سے آخری تصنیف ہے، اس لئے اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ یہ کتاب آج تک دنیا کے سامنے اپنی 16 ضخیم جلدوں میں مخطوط کی شکل میں موجود ہے۔مادرِ علمی سندھ یونیورسٹی جامشورو نے اس پر تحقیق کا کام شروع کرایا ہے اور تکمیل کے بعد اسے چھپانے کا ارادہ رکھتی ہے۔اس کے کچھ ابواب پر تحقیق کر کے کچھ احباب نے سندھ یونیورسٹی جامشورو سے پی ایچ ڈیز کی ڈگریاں بھی حاصل کی ہیں، اور کچھ ابھی (بشمول راقم الحروف وللہ الحمد) تحقیق کر رہے ہیں جو کہ اپنی جگہ پر بہت ہی عمدہ کام ہے اور اس کو جاری رکھنا بھی چاہئے، اب تک باب الطہارۃ سے باب الإمامہ تک کام ہو چکا ہے۔

طوالع الانوار مخطوط کے 2 نسخے الحمدللہ راقم کے پاس عکس کی شکل میں موجود ہیں۔

ایک ازہری نسخہ ہے اور یہ مکتبۂ ازہر مصر کا ہے، یہ 16 جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے تقریبا 9522 لوحے ہیں! یعنی اس کے دگنے عدد کے صفحات، اور ہر صفحہ پر 23 سطریں ہیں، اسے چار لوگوں نے 1293ھ سے 1296ھ کے عرصہ کے دوران نسخ کیا ہے (کتابت کی ہے) اور وہ یہ ہیں: 1 - علی بن علی بن حسن الشرقاوی۔2۔ مصطفا أبوسنہ - 3 -یوسف زیادہ البغدادی۔4۔عبدہ یوسف زیادہ۔

دوسرا نسخہ مکی ہے،اور اس کی صرف ابتدائی ۲ جلدیں موجود ہیں، اس کو نسخۂ مکتبۃ المولد الشریف بھی کہا جاتا ہے، جو کہ مکتبۂ مکۃ المکرمۃ (معہد إحیاء التراث العلمی) میں ضم ہو چکا ہے۔اس کے پہلے نسخے کے 484 لوحے ہیں اور دوسرے کے 487 لوحے ہیں، اس کے بھی ہر صفحہ پر 23 سطریں ہیں۔خط واضح ہے، اس پر کوئی مقدمہ نہیں، اور کتاب الطہارہ سے ابتداء ہوتی ہے۔اور ایسا ہی ازہری نسخہ کا حال ہے۔ مکی نسخے کے ناسخ کا نام یا تاریخ نسخ کا ذکر نہیں۔ازہری نسخے کا خط فارسی ہے،اور مکی کا خطِ رقعہ ہے، جو خوبصورت خط ہے۔

ایک تیسرے نسخے کی اطلاع ملی ہے جو کہ (لیڈن-ھالینڈ) کا نسخہ ہے،اس کو دیکھنے اور عکس حاصل کرنے کی راقم کوشش کر رہا ہے۔

یہ کتاب در مختار کی مکمل، مفصل،اور مدقق شرح ہے، جس میں مصنفؒ کسی مسئلہ کا ذکر کرنے کے بعد پہلے قرآن مجید، پھر احادیث مبارکہ اور پھر کتبِ فقہ سے استدلال کرنے کے بعد بقیہ فقہی مسالک سے مقارنہ کرنے کا عظیم کام بھی سرانجام دیتے ہیں۔

اس کتاب میں ایسے مصادر کا ذکر بھی ہے جو آج مفقود ہیں۔

مسند الحجاز میں ڈاکٹر عبد القیوم سندھی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: میں نے اپنے استاذ شیخ فاضل علامہ عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ: (اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی فقیہ کو حاشیہ ابن عابدین کی ضرورت نہیں پڑ سکتی)[24]۔

راقم نے خود حضرت علامہ ڈاکٹر محمد ادریس سومرو۔ کنڈیاروی۔ سے سنا ہے کہ علامہ غلام مصطفی قاسمیؒ (سابق ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد، سندھ) ایک صدری روایت فرمایا کرتے تھے کہ: ابن عابدین شامیؒ صاحب رد المحتار نے جب "طوالع الأنوار" کو دیکھا تو فرمانے لگے کہ: کاش میں اس کو پہلے دیکھ لیتا تو رد المحتار نہ لکھتا[25]۔

٦۔غنیة الزکی فی مسالة الوصی

یہ رسالہ ساڑھے چار لوحے یعنی 9 صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحے میں 25 سطریں ہیں۔ اس کا آغاز کچھ یوں ہے: "بسم الله الرحمن الرحيم...إنه لما كان صفر سنة ست وثلاثين وألف ومأتين..."

اوراس کا اختتام ان الفاظ سے ہے: "ثم هذا كله فيما إذا سلم مجلس الحساب عن المراجعة والشهود..."

در اصل یہ رسالہ وصی کے معاملے پر ایک فتوی کا جواب ہے، شیخ محمد عابد سندھیؒ شروع میں رقمطراز ہیں کہ: "ماہ صفر سال 1236ھ میں جب میں مدینہ منورہ میں تھا تو مکہ مکرمہ سے یہ خط مجھے موصول ہوا۔۔" رسالہ کے شروع میں مکتبۃ شیخ عبد القادر شلبی کی مہر ثبت ہے، اور یہ رسالہ مکتبہ ملک عبد العزیز مدینہ منورہ میں نمبر 82 کے تحت مجموعہ شلبی میں موجود ہے، خط نسخ واضح ہے، اور ناسخ نے اسے ربیع الثانی سال 1237ھ میں نسخ کیا ہے۔ ناسخ نے اپنا تخلص صرف (فقیر) لکھا ہے، باقی اپنا نام وغیرہ کچھ نہیں لکھا۔ لیکن اس نے ساتھ میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیخؒ نے یہ رسالہ جمعہ کے دن 8 ربیع الاول سن 1236ھ کو تحریر کیا ہے۔

لیکن شیخ سائد بکداش نے تاریخ تصنیف رسالہ ربیع الثانی 1237ھ تحریر کیا ہے، جو کہ ان سے سراسر سھو ہوا ہے[26]۔

شیخ محمد عابد سندھیؒ کے ایک دوسرے رسالہ "القول الجميل" کے آخر میں فقیر محمد صابر نے شیخ سندھیؒ کے حکم سے تحریر کرتے ہوئے ان کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ: "میرا اس پر دوسرا رسالہ ہے جس کا نام "بغية الزكى" ہے"[27]۔

راقم کے پاس رسالہ کا عکس موجود ہے وللہ الحمد۔

۷۔القول الجميل فى إبانة الفرق بين تعليق الزوج (الترويح) وتعليق الوكيل (التوكيل)

یہ رسالہ 2 صفحات پر مشتمل ہے، اور ہر صفحے میں 35-اور-25 سطور ہیں۔ شروعات اس طرح ہے: بسملہ کے بعد: "فيقول أفقر... محمد عابد بن أحمد على الأنصارى نسبا، السندى مولدا، أنّى كنت فى المدينة المشرفة فى 1236 وأرسل إلى شيخ الحرم الرئيس المعظم قاسم آغا... ورقه تشتمل على سؤال وجواب لمفتى وقتنا..."

آخر اس طرح ہے: "هذا ما أقول والله تعالى أعلم بالصواب كتبه محمد عابد غفر الله تعالى له ولأبويه ومشائخه آمين".

اس رسالے کے شروع میں شیخ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مدینہ منورہ میں تھے تو رئیسِ حرم مکی اور مفتی مکۃ المکرمۃ شیخ قاسم آغا کی طرف سے 1236ھ میں ان کو یہ تحریر موصول ہوئی جس میں مفتی حفظہ اللہ کا فتوی موجود ہے۔۔۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ شیخ سندھیؒ نہ صرف خود ایک بڑے مفسر، محدث، طبیب حاذق اور بڑے فقیہ تھے، بلکہ وہ علماء و فقہاءِ وقت اور مفتیانِ عصر اور مفتی اعظمؒ کے لئے بھی ایک مستند مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔

مسند الحجاز میں رسالے کا عنوان (بین تعلیق التروتح) لکھا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ رسالے کے 12 صفحات ہیں، شاید کہ ان کے سامنے کوئی اور نسخہ ہے، کیوں کہ شیخ بکداش کے سامنے بھی وہی نسخہ ہے جو راقم کے سامنے ہے۔

۸۔ شروط الإستنجاء

استنجاء کے شروط پر یہ ایک صفحے پر مشتمل مختصر تحریر ہے۔

صفحہ پر 22 سطریں ہیں، لیکن حواشی میں بھی تقریباً 5 سطریں وضاحت میں ہیں۔ ناسخ کا ذکر نہیں، خط نسخ واضح ہے، شروعات اس طرح ہے: "بسم الله... أمّا بعد: فيقول محمد عابد... إنى لما رأيت

بعض الناس يسألون العلماء الجهابذة تعنتنا عن شروط الإستنجاء..." اور آخر اس طرح ہے: "هذا ما ظهر لی والله أعلم"۔ کتانیؒ نے بھی فہرس میں اس رسالے کو شیخ محمد عابدؒ کی تصانیف میں شمار کیا ہے[28]۔ اس کا عکس راقم کے ہاں موجود ہے وللہ الحمد۔

۹۔ منال الرجاء فی شروط الإستنجاء

یہ رسالہ پچھلے رسالے (شروط الإستنجاء) کی شرح ہے۔ دراصل شیخؒ نے جب صرف ایک صفحے پر "شروط الإستنجاء" لکھیں اور ان کے بعض معتقدین نے وہ تحریر دیکھی تو ان سے اس کی شرح لکھنے کی درخواست کی تو شیخ فرماتے ہیں کہ: "مدینہ منورہ میں روضۂ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر میں نے یہ رسالہ تحریر کیا"۔

اس کے دو نسخے ہیں، ایک کے ۱۳ صفحات ہیں اور ہر صفحہ کی 21 سطر ہیں۔ اس رسالہ کا آغاز کچھ یوں ہے: "بسم الله الرحمن الرحيم إنی لما رأيت بعض أهل عصرنا كثيرا ما يسألون الجهابذة فكتبت فی ذالك أسطرا قليلة فرآها بعض من يلازمنی أنها محتاجة إلی الشرح فحررت هذه وسميتها: منال الرجاء فی شروط الإستنجاء"۔

جب کہ اس رسالہ کا اختتام اس طرح ہے: "ولكن هذا آخر كلامنا... أساله أن... ويديم إقامتی بطيبة المشرفة حتی أموت بها شهيدا" خط نسخ واضح ہے۔ ناسخ کا نام اور تاریخ نسخ موجود نہیں۔

دوسرے نسخے کے شروع میں یہ تحریر موجود ہے: "فائدہ: یہ کتاب صاحب طوالع الأنوار اور مواہب لطیفہ اور شرح نخبۃ الفکر کی تالیف ہے، اور یہ سب کتابیں درگاہ لواری شریف میں موجود ہیں کیونکہ شیخؒ نے یہاں بیعت کی تھی اور اپنی تصانیف یہاں تحفہ (ھدیہ) کی تھیں"۔ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لواری شریف کا نسخہ ہے۔ خط رقعہ ہے لیکن فارسی کی طرف مائل ہے، اور یہ ۹ صفحات پر مشتمل ہے، اور ہر صفحے میں 20 سطور ہیں۔

اس نسخہ کے آخر میں شیخؒ کی یہ تحریر موجود ہے کہ: "میں نے یہ رسالہ 11 رمضان المبارک مدینہ منورہ میں تحریر کیا"۔ اس میں سال کا ذکر نہیں۔

حاشیہ پر ناسخ کی یہ تحریر موجود ہے: "25 رمضان سن 1333ھ"۔
ناسخ نے اپنا نام یوں تحریر کیا ہے: "سندنا ابو الفیض غلام عمر کے شاگرد ابو الجمال فقیر خدا بخش ملونی"۔ یہ رسالہ مکتبہ ملک عبد العزیز مدینہ منورہ میں 82 نمبر کے تحت مجموعۃ شلبی میں موجود ہے۔
دوسرے نسخے کا ذکر مسند الحجاز سے رہ گیا ہے، شاید کہ ان کو نہیں ملا تھا۔

رسالہ کے آخر میں شیخؒ نے اپنے لئے یہ دعا کی ہے کہ: "اللہ تعالی ان پر مدینہ منورہ میں رہنے کی سعادت ہمیشہ قائم رکھے، اور انہیں مدینہ منورہ ہی میں شہادت کی موت نصیب فرمائے"۔ سبحان اللہ! اللہ تعالی نے شیخ کی ایک دعا تو قبول کر لی کہ ان کی موت طیبۃ الطیبۃ میں ہوئی، اور دوسری خواہش کا علم اللہ تعالی کے پاس ہے کہ شاید وہ بھی سچ ہو چکی ہو!
الحمد للہ راقم کے پاس رسالے کے دونوں نسخوں کے عکس موجود ہیں۔

۱۰۔ رسالة فی إخراج زكاة الحب (بالقيمة)

شیخ سندھیؒ کے رسائل کے ایک مجموعہ کا عکس راقم نے حاصل کیا ہے، اس کے پہلے صفحے پر رسائل کے نام لکھے ہیں، ان میں اس رسالہ کا نام بھی شامل ہے، جو کہ اس طرح ہے: "رسالة فی إخراج زكاة الحب" لیکن اندر رسالہ مفقود ہے۔

شیخ عبد القیوم سندھی حفظہ اللہ فہرس مخطوطات میں اس کا نام یوں ذکر فرماتے ہیں: إستفتاء فی حکم إخراج قيمة الزكاة"[29]۔
شیخ بکداش نے اس رسالہ کا نام: "رسالة فی إخراج زكاة الحب بالقيمة" لکھا ہے۔
فرماتے ہیں: در اصل یہ رسالہ ایک سوال کا جواب ہے، جو یمن کے ایک شافعی فقیہ شیخ یوسف الاھدلؒ نے ان کو لکھا تھا۔

رسالہ کی ابتداء اس طرح ہے: "هذا سؤال سأله مولاى العلامة، الفهامة، السيد يوسف البطاح حين وفد إلى المدينة المشرفة زائرا سنة 1234ھ ..."

شیخ سندھیؒ کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ رسالہ 4 صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحہ پر 25 سطریں ہیں۔
مکتبہ ملک عبد العزیز مدینہ منورہ میں اس کا اصل نمبر 82 پر شیخ شلبی کے مجموعہ کے تحت موجود ہے[30]۔
مسند الحجاز میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔

۱۱۔ الزام عساكر الإسلام بالاقتصار على القلنسوة طاعة للإمام

سیاست شرعیہ اور مسلم حکمران کی اطاعت ایک اہم علمی موضوع ہے، شیخ سندھیؒ سے ۳ رجب سن 1246ھ میں ایک سوال پوچھا گیا جو اس طرح تھا: "ماقولكم فيمن كان مأمورا من الإمام الأعظم بالاقتصار على القلنسوة وكان من هيا عن شدّ العمامة عليها فهل يجب عليه السمع والطاعة أم لا؟"

رسالہ کے 5 لوحے ہیں اور ہر صفحہ 28 سطر پر مشتمل ہے۔ رسالہ ان کے تلمیذ رشید حاجی احمد بن عثمان خواجہ کے ہاتھ سے لکھا گیا ہے، جو کہ انہوں نے شیخؒ کے اپنے ہاتھ سے لکھے گئے نسخے سے 25 محرم سن 1247ھ کو مدینہ منورہ میں ان کے اپنے گھر (جو کہ حارة العينية میں واقع تھا) میں بیٹھ کر لکھا۔ رسالہ دار الکتب المصریۃ میں 645 کے نمبر پر فقہ تیموریہ میں موجود ہے[31]۔

۱۲۔ تحرير في عدم جواز الجمع بين الصلاتين في السفر إلا الجمع الصوري والعرفاتي والمزدلفي

یہ رسالہ ایک صفحے پر مشتمل ہے، رسالہ کا آغاز اس طرح ہے: "الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وآله وصحبه أجمعين، أما بعد: فإنّه لما سألني بعض المحبين من الحنفية..."

اور رسالہ کا اختتام اس طرح ہے: "اللهم إلا أن يكون حاجا فقد قدمنا جواز الجمع في عرفة وفي مزدلفة، وما عدا ذالك فلا يجوز له الجمع أصلا، فافهم ، والله تعالى أعلم".

رسالے کا ناسخ محمد ھاشم بن محمود السندی ہے۔ تاریخ نسخ کا ذکر نہیں۔ خط فارسی کی طرف مائل ہے۔ یہ رسالہ مکتبہ ملک عبد العزیز میں مکتبہ محمودیہ کے تحت نمبر 2658 پر موجود ہے[32]۔

۱۳۔ رسالة في حرمة المصيد بالبندقة الرصاصية

یہ رسالہ تقریباً سوا ایک صفحہ پر مشتمل ہے، یہ منحنی طور پر لکھا گیا ہے، یعنی صفحے اوپر کے کونے سے 90 ڈگری کے زاویہ کے طور پر نیچے کے کونے تک لکھا گیا ہے۔ ایک صفحہ پر 47 سطر ہیں۔ شروعات اس طرح ہیں: "بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله قد تأملت ما حرّره العلامة المحقق وقرّره الفهّامة... ما نقله عن السراج والجوهرة فقد ذكره ابن سماعه في نوادره... إن كانت الضربة مما تلي

العجز لم تؤكل الشاه" اور آخر اس طرح ہے: "رقمه بقلمه محمد عابد بن الشيخ أحمد على ابن الحاجی محمد مراد الواعظ الأنصاری الأیوبی الخزرجی السندی المدرس بالحرم الشريف النبوي..."

رسالہ گولی سے شکار کیے گئے جانور کے احکام کے متعلق بڑے عالم کے فتوی کا جواب ہے، اس عالم کا نام بھی شروع میں شاید ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کی سیاہی مدہم پڑنے کی وجہ سے پڑھنے میں نہیں آرہا۔ رسالہ پر ناسخ کا نام اور تاریخ نسخ کا ذکر نہیں۔ صاحب مسند الحجاز اور نہ ہی شیخ بکداش نے اس کا ذکر کیا ہے۔ الحمد للہ راقم کے پاس اس رسالہ کا عکس موجود ہے۔

نوٹ: علم فقہ کے موضوع پر شیخ سندھیؒ کی لکھی ہوئی یہ ساری کتب ورسائل سوائے دو کے (جن کی تفصیل ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں) باقی ساری کی ساری ابھی تک مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں، جن میں سے کچھ موجود اور طباعت کی منتظر ہیں جبکہ کچھ معدوم ہیں۔

علماء کے تأثرات

1۔ شیخ عبد اللہ الحوثیؒ کتاب "منحة الباری" کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ: "اس رسالہ کے مؤلف (شیخ محمد عابد سندھیؒ) نے یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ سنت نبویہ کے بہت بڑے حافظ اور احادیث نبویہ کے استحضار کا راسخ ملکہ رکھتے تھے۔ اور یہ کوئی عجیب بات بھی نہیں کیونکہ وہ تو علم میں مشہور اور فضائل سے معمور گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ساتھ ساتھ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان میں سے تھے"[(33)]۔

2۔ روح المعانی کے مفسر علامہ آلوسیؒ (ت 1270ھ) فرماتے ہیں: "عظیم تصانیف کے مالک اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، عالم، زاھد، شیخ محمد عابد۔ اللہ تعالی ان پر مزید انعامات فرمائیں"[(34)]۔

3۔ شیخ لطف اللہ بن احمد جحافؒ (م 1243ھ) فرماتے ہیں: "عالی ہمت شیخ، یگانۂ روزگار، بقیۃ السلف اور پیچھے آنے والوں کے چاند، بے مثال علامہ، ولی کامل محمد عابد بن احمد علی السندی"[(35)]۔

4۔ مکہ مکرمہ کے علماء کے رئیس شیخ عبد اللہ سراجؒ (م1264ھ) فرماتے ہیں: "وہ امام، عالم، علامہ، جن کی اقتداء کی جانی چاہیے، ذہین اور عقلمند، اپنے دور کے خاتمۃ المحققین اور عمدہ محقق اور مدقق، راسخ علماء کے فخر، استاذِ کامل، اور حدیث میں بالغ نظر اور عالی سند کے حامل، فقیہ، محدث اور حافظ محمد عابد السندی[(36)]۔

5۔ ان کے استاد علامہ شوکانیؒ(م1250ھ) فرماتے ہیں: ان کو علم طب میں بڑی مہارت تھی، اور وہ دیگر علوم جیسے نحو، صرف، فقہِ حنفی اور اصولِ فقہ کے بڑے عالم تھے، اور تقریباً سبھی فنون میں ان کی تصانیف ہیں، جب کہ وہ اچھی سمجھ رکھنے والے تھے[37]۔

6۔ علامہ کتانیؒ(م1382ھ) فرماتے ہیں: وہ حجاز مقدس میں عالی سند کے حامل ایک بہت بڑے عالم، اور اکیلے ہی جامعہ (یونیورسٹی) تھے، محدث، حافظ، فقیہ، علم کے سمندر، دنیا ومافیہا سے بے رغبت، سنت اور علمِ حدیث جب چھوڑے جاچکے تھے ان کو زندہ کرنے والے تھے[38]۔

وفات

علم کے سمندر اور فقہ حنفی کے اس بے بدل عالم نے پیر کے دن 13 ربیع الاول 1257ھ، مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر کے بالمقابل جنت البقیع میں دفن ہوئے[39]۔ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے)۔

خلاصہ

شیخ محمد عابد سندھیؒ(1190-1257ھ) تیرھویں صدی ہجری کے وادیٔ سندھ کے مشہور شہر سیہون شریف کے بہت بڑے عالم اور حنفی فقیہ تھے۔ انہوں نے ایک معروف و مشہور علمی گھرانے میں پرورش پائی اور یگانۂ روزگار عالم کا لقب پایا۔ انہوں نے ہجرت کر کے حجازِ مقدس کو اپنا مسکن بنایا اور وہاں حدیث اور فقہِ حنفی کی خدمت میں مصروف رہے۔ وہ فنِ فتویٰ میں سند کی حیثیت رکھتے تھے اور مرجع الخلائق تھے۔ انہوں نے اسانید، طب، عقائد، فقہ اور مختلف شرعی علوم میں 34 تصانیف چھوڑی ہیں۔ جن میں سے 13 فقہ حنفی کے موضوع پر ہیں، جن میں سے صرف دو مطبوعہ ہیں، باقی غیر مطبوعہ۔

"طوالع الأنوار" جو 16 ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک مخطوط کی صورت میں موجود ہے، مادرِ علمی سندھ یونیورسٹی جامشورو نے اس پر تحقیق کا کام شروع کرایا ہے اور تکمیل کے بعد اس کی اشاعت کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس کے کچھ ابواب پر تحقیق کر کے دو محققین نے سندھ یونیورسٹی جامشورو سے پی ایچ ڈیز کی ڈگریاں بھی

حاصل کی ہیں، اور دو (ان میں سے ایک راقم الحروف) تحقیق کر رہے ہیں۔ اب تک "باب الطهارة" سے "باب الإمامة" تک کام ہو چکا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ شیخ صاحبؒ کی باقی کتب ور سائل جو ابھی تک مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں، ان کی تحقیق کروا کے انھیں شائع کیا جائے تا کہ ان سے ہر خاص و عام استفادہ کر سکے۔ اور یہ علمی ورثہ ضائع ہونے سے محفوظ رہ سکے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ شوکانی، محمد بن علی، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، بیروت: دار المعرفۃ، 2/227، زرکلی، خیر الدین بن محمود، الأعلام، دار العلم للملایین، ط 15، 2002ء، ۶/۱۷۹، لکھنوی، عبد الحیّ بن فخر الدین، نزھۃ الخواطر، دار ابن حزم، ط 1، 1999، 7/1096۔

۲۔ سندھی، محمد عابد، کف الأمانی عن سماع الأغانی: ص 1، مخطوط (اس کتاب پر راقم کی تحقیق جاری ہے الحمد للہ)، اور اس کے علاوہ بھی شیخ سندھیؒ نے اپنی تقریباً ساری تصانیف میں اپنے نام کے ساتھ یہ لقب لگائے ہیں، السندی مولدا المدنی توطنا أو موطنا الأنصاری الخزرجی نسباً۔۔وغیرہ۔

۳۔ البدر الطالع، 2/227

۴۔ ایضاً، 2/227، السندی، محمد عابد، تراجم مشائخ محمد عابد: ص 69 (مخطوط)، اسی طرح شیخ سندھیؒ خود اکثر تصانیف میں اپنے نام کے بعد اپنے والد صاحب کو (الشیخ احمد علی) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔۔

۵۔ لکھنوی، عبد الحیّ بن فخر الدین، نزھۃ الخواطر، 7/1096، البدر الطالع، 2/227۔

۶۔ سندھی، محمد عابد، تراجم مشائخ محمد عابد، ص69، (مخطوط)، نزھۃ الخواطر، 7/1096۔

۷۔ انصاری، محمد مراد، دفینۃ المطالب کا مقدمۃ، (شیخ محمد عابد سندھیؒ کے قلم سے)، (مخطوط)۔

۸۔ سندھی، عبد القیوم بن عبد الغفور، ڈاکٹر، مسند الحجاز و رئیس علماء المدینۃ: الإمام محمد عابد السندی الأنصاری، مجلۃ الدراسات الإسلامیۃ، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، شمارہ 36، مارچ 2001، ص16-18۔

۹۔ کتانی، محمد عبد الحیّ، فہرس الفہارس والاثبات ومعجم المعاجم والمشیخات، تحقیق: ڈاکٹر احسان عباس، بیروت: دار

الغرب الاسلامی، ط2، 1982ء، 2/721، 1/364۔

۱۰۔ بکداش، سائد، الإمام الفقیہ المحدث، الشیخ محمد عابد السندی، بیروت: دار البشائر الإسلامیۃ، ط 1، 1423ھ، ص192۔

۱۱۔ مسند الحجاز و رئیس علماء المدینۃ: الإمام محمد عابد السندی الأنصاری، ص22۔

۱۲۔ ایضاً، ص40۔

۱۳ بغدادی، اسماعیل باشا، ھدیۃ العارفین، بیروت: دار الفکر، 1982، ۲/۳۷۰، تکملۃ إیضاح المکنون، 6/360۔

۱۴۔ مسند الحجاز و رئیس علماء المدینۃ: الإمام محمد عابد السندی الأنصاری، ص۵۲۔

۱۵۔ سائد بکداش، ص ۴۳۴۔

۱۶۔ مسند الحجاز و رئیس علماء المدینة: الإمام محمد عابد السندی الأنصاری، ص ۵۴۔

۱۷۔ جیسا کہ صاحب مسند الحجاز پر مشتبہ ہوا ہے، دیکھئے: ص ۵۴۔

۱۸۔ جیسا کہ شیخ سائد بکداش نے ثابت کیا ہے، دیکھئے: ص436-437۔

۱۹۔ سندھی، عبد القیوم بن عبد الغفور، ڈاکٹر، فهرس مخطوطات علماء السند فی مکتبات الحرمین الشریفین، ص ۲۲۔

۲۰۔ سندھی، محمد عابد بن احمد علی، الحظ الأوفر لمن أطاق الصوم فی السفر، ص ۱ (مخطوط)۔

۲۱۔ یہ بات شیخ سائد بکداش کی تحریر کا رد ہے، جنہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: رسالہ کی تاریخ نسخ کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ دیکھئے: ص ۴۳۸۔

۲۲۔ مسند الحجاز میں ڈاکٹر عبد القیوم سندھی حفظہ اللہ نے ص 57 پر لکھا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کی تبییض مکمل کرلی ہے اور انہوں نے تحقیق بھی شروع کر دی ہے، اس کا آگے پتہ نہیں چل سکا کہ انہوں نے اس کو کہاں تک پہنچایا۔

۲۳۔ مسند الحجاز و رئیس علماء المدینة: الإمام محمد عابد السندی الأنصاری، ص ۶۰، فهرس مخطوطات علماء السند فی مکتبات الحرمین الشریفین، ص45۔

۲۴۔ مسند الحجاز و رئیس علماء المدینة: الإمام محمد عابد السندی الأنصاری، ص65۔

۲۵۔ اسی طرح بہت سے علماء کرام نے اس کی بہت تعریف لکھی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ترھتی، محمد بن یحیی، الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی، ص72، (مخطوط) نزهة الخواطر، 489/7۔

۲۶۔ سائد بکداش، ص ۴۴۱۔

۲۷۔ القول الجمیل، ص5 (مخطوط)۔

۲۸۔ الکتانی: فهرس الفهارس، ۷۲۱/۲۔

۲۹۔ فهرس مخطوطات علما ءالسند فی مکتبات الحرمین، ص10۔

۳۰۔ سائد بکداش، 434-435۔

۳۱۔ سائد بکداش، 435۔

۳۲۔ فهرس مخطوطات علماء السند فی مکتبات الحرمین، ص ۱۷۔

۳۳۔ منحة الباری کے غلاف پر تقریظ، (مخطوط)۔

۳۴۔ آلوسی، محمود بن عبد اللہ، شهي النغم فی ترجمة شیخ الإسلام عارف الحکم، دمشق: موسسۃ علوم القرآن، ط1،

1403ھ، ص202۔

۳۵۔ شیخ محمد عابد سندھیؒ کی خواہش پر منحة الباری کے آخر میں تاریخ لکھتے ہوئے۔(مخطوط)۔

۳۶۔ طوالع الأنوار کے غلاف پر شیخ محمد عابدؒ کا ترجمہ لکھتے ہوئے۔(مخطوط)۔

۳۷۔ البدر الطالع،2/227۔

۳۸۔ کتانی،فہرس الفہارس، 2/720۔

۳۹۔ البدر الطالع،2/227۔